© rasailojaraid.com

شذرات

سورۃ الرعد کی سورت ہے اس کے مقطع کے ابجد کے حساب سے ۲۷۱ بنتے ہیں اس سے اگر ہجرت کے تیرہ سال نکال دیئے جائیں تو یہ ۲۵۸ھ نکلتا ہے ۲۵۹ھ میں یعقوب بن لیث (صفار) ایرانی نیشاپور میں ایرانی حکومت قائم کی اور اسے خلافت عباسیہ کے زور سے بغاوت کرکے قائم کیا اس کے بعد خلیفہ بغداد نے یعقوب ٹھٹھرا (صفار) کے بھائی کے ساتھ صلح کرکے خلافت بغداد کی قوت بھی اس کے سپرد کردی ۔ غرض اسی سال عربی حکومت کے ضعف کی ابتداء اصلی معنوں میں شروع ہوگئی اس کے بعد جس قدر خلیفے گزرے ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی قوت نہ تھی بلکہ تمام قوت عجمی وزراء کے ہاتھ میں تھی عباسیہ کے شروع دور سے لے کر عجمی وزراء بہت معتمد بنے رہے اور انھوں نے بہت عمدہ کام کیے مگر انھوں نے کبھی حد سے قدم بڑھایا ۔ خلفاء نے ان کا خاتمہ کردیا ابومسلم خراسانی اور فضل بن سہل کے واقعات ہمارے سامنے ہیں اس کا مطلب یہ ہے اصل خلافت خلفاء کے ہاتھ میں تھی ان کے عجمی وزراء ان کے بہترین معاون تھے مگر اب ۲۵۸ھ سے خلافت کی اصل قوت عجمی وزراء کے ہاتھ میں آگئی اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ شاہ عالم نے ہندوستان میں کمپنی کو تمام اختیارات ۱۸۰۶ء میں دے دیے اور کمپنی تمام سیاہ وسفید کی مالک ہوگئی شاہ عالم برائے نام بادشاہ تھا اور اس میں وہ طاقت نہ تھی کہ وہ کمپنی کو برخواست کرسکے ۔

ہمارا تاریخی پہلو نہایت تاریکی میں ہے اس واسطے ضرورت ہے کہ ان دونوں تاریخی حصوں کو بہت وضاحت سے ممتاز کیا جائے آج کل یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان دوروں کو ملاکر دیکھا جائے اور کہا جاتا ہے کہ مسلمان دور دراز زمانہ سے اس قدر کمزور چلے آتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ تاریخی فلسفہ ملادیا جاتا ہے کہ یہ قوم دوبارہ اٹھ نہیں سکتی ایک نہایت لطیف دھوکہ اس میں ہے کہ ہم قومی طور پر اب ترقی نہیں کرسکتے ۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری قوم کا ایک طبقہ (امراء) برباد ہوچکا ہے مگر قومی طبقہ کے اکثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حصہ میں ابھی طاقت موجود ہے کہ اس سے دوبارہ قوم زندہ ہوسکتی ہے قوم کے تمام طبقے اس وقت برباد سمجھے جاتے ہیں جب قوم اپنے تمام طبقوں کو ختم کر بیٹھے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں ایک درجہ یہ ہے کہ آپ کے خاندان کے لوگ (قریش) کی ترقی کے لیے کام کر رہے ہیں یعنی نبوت کے ساتھ حضرت یوسف کا خاندان منتظم درجہ رکھتا ہے اسی طرح آنحضرتؐ کے زمانہ میں مسلمانوں کی ترقی کے لیے نبوت کا خاندان (قریش) معاون ہے۔ نبوت کی تاثیر کی طبعی طریقہ سے سوچنے کے لیے بہترین مثال پانی کی ہے جیسے پانی زمینوں کو سیراب کرتا ہے جس جگہ سے چشمہ نکلتا ہے پہلے قریب کی زمین سیراب ہوتی ہے یہ قدرتی درجہ طبعی بات ہے۔ اس طرح سے پہلے خاندان نبوت سیراب ہوتا ہے زمین نبوت کے زمانہ کا اثر دیر تک قائم رہتا ہے اس کی مثال دریا کی ہے کہ اس دریا سے نہریں نکلتی ہیں اور زمین سیراب ہوتی ہے اور اسی طرح دن بدن برکت ہوتی ہے۔ غرض زمینوں کے سیراب ہونے سے شہر آباد ہوتے ہیں اور اس طرح تمدن بڑھتا ہے نبوت کا چشمہ جو اب پھوٹا اس کا سرچشمہ کلمہ تھا۔ اس چشمہ کی پہلی وادی حجاز ہے اور یہ قریش کی سرداری کی زمین ہے قریش کی ہم چشم قومیں بھی قریش کی سرداری کو مانتے ہیں اس پر جامع یہ سورت ہے اس کے حصوں کی چھوٹی چھوٹی سورتیں اور بھی ہیں جن میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے مگر مکمل اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کو اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ قریش کے خاندان میں ایک نبی پیدا ہوا وہ بتلاتا ہے قریش آگے بڑھے مولانا حالی نے اپنے مسدس میں اس سورت (رعد) کو ایک شعر سے تعبیر کیا ہے وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ، ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی ، فتح مکہ تک آنحضرتؐ کے مقابلہ پر قریش کے سوا اور کوئی نہیں آیا۔ فتح مکہ کے بعد آپ کی نبوت کا اثر دوسری قوموں میں ہوا۔ اور وہ قومیں اس بات کی منتظر تھیں کہ آنحضرت اور اس کی قوم آپس میں نبٹ لے کہ اگر قوم غالب آگئی تو خیر ورنہ تو ہم پھر نبٹ لیں گے۔ قریش کو صرف یہود ونصاریٰ مدد دے کر ابھارتے تھے۔ مگر وہ بھی صرف حجاز کے اور دوسری قوموں کے لوگ نہیں۔ اس کے بعد پہلے آیت ۱۹ تا ۲۶ کا مطالعہ کیجئے اس کے بعد ۱۷ تا ۱۸ پھر ۱۲ تا ۱۶ پھر ۸ تا ۱۱ اس کے بعد ۳ تا ۴، ۱، ۲۰، اور بعد میں ۵ تا ۷ تک کا مطالعہ کرکے دیکھئے مضمون صاف ہے۔

آیت نمبر ۱ تلک آیات الکتب یہ کتاب کی آیتیں ہیں یعنی اے رسول جو تیری طرف نازل کیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ضروری ہے اس واسطے کہ انسانی سوسائٹی اس کی محتاج ہے ولکن اکثر الناس لا یعلمون
آج جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے وہ اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے کہ اس قرآن کی ضرورت ہے
مگر ان کو ماننا چاہیئے اس واسطے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے اگر نبوت کو نہ مانا تو
تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان خدا کے ملنے کا انکار کرے گا اور پھر کسی انسان کو انسان نہ سمجھے گا
بلکہ غلام بنانے کی کوشش کرے گا اور وہ بات سے اپنے آپ کو غافل بنائے گا کہ انسانی سوسائٹی
پر جب ظلم ہوگا تو اللہ ان سے مواخذہ کرے گا اس عقیدہ کو دماغ سے دور کرے گا۔

نمبر ۲۔ اللہ ھو الذی رفع السموات (مسخر خاص قانون کا پابند کرنا) زمین و آسمان
و نظام کا انسانوں کی ضرورتوں کے لیے ضروری ہے۔ اب اس سے اوپر کا نظام سوچنا چاہیئے جو
ان دونوں زمین و آسمان کے نظام کو جمع کر دے۔ زمین و آسمان ایک نظام کے ماتحت چلتی ہیں
اور انسانی ضرورتیں پوری کرنے میں مدد دیتی ہیں اس لیے عقل مانتی ہے کہ ان دونوں کے اوپر
ایک طاقت ہے جو ان دونوں کے نظام کو سنبھالے رکھے۔ انسان دماغ اس سے زیادہ گرفت نہیں
کرتا۔ اس تدبیر کا ایک منبع اور مخزن ہے عرش اس پر اللہ کی حکومت ہے۔ اس یقین کرنے
سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہو رہا ہے، انسانوں کے فائدہ کے لیے ہے تو انسان
اپنے آپ کو کسی چیز کا خدم نہیں بنا سکتا اور یہ سب چیزیں انسان کے لیے کام کر رہی ہیں۔ اب
کی آخری خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے آگے عاجز مانے تو انسان کی طبعی ترقی کامل ہو جائے
گی اگر اس نے خدا کے آگے جھکنا چھوڑ دیا ہے تو یہ انسان انسانی سوسائٹی کے لیے ایک مصیبت
عظمیٰ بن جائے گا۔ اس واسطے انسان کو اس نقطہ سے ہٹنا نہ چاہیے کہ وہ دوسرے انسانوں کے مانند
خدا کا بندہ ہے اور خدا کی قدرتیں انسان کے لیے کام کر رہی ہیں اگر کسی انسان کو ناجائز تکلیف دی
جائے گی تو انسانوں کا مالک اس سے مواخذہ کرے گا۔

غرض اس یقین سے سوسائٹی اپنا ٹھیک حق خود ادا کرتی ہے اگر کسی انسانی جماعت میں اس یقین
سے کمی آجائے اور اس جتنے اعمال اس قابل نہیں کہ اس پر رحم کیا جائے تو اللہ ان کو ایک نبی تک پہنچا دیتا
ہے جو ان کو بات سمجھا دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com